اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر جون ۱۹۶۳ء میں علمی ماہنامہ الرحیم کا اجراء ہوا اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس مجلہ کی مقبولیت کا یہ عالم رہا کہ برصغیر پاک وہند کے علاوہ یورپ کے مستشرقین بھی اس سے مستفید ہوتے رہے جس کے لئے اس کے پرانے پرچے شاہد ہیں۔

ماہنامہ الرحیم کی اشاعت کا یہ سلسلہ اگست ۱۹۶۸ء تک برابر باقاعدگی سے چلتا رہا، لیکن نہ معلوم کن وجوہات کی بناء پر رسالہ کو لاہور منتقل کیا گیا اور پھر دو اشاعتوں کے بعد ہمیشہ کے لئے بند ہوگیا۔ اور ہمیں ملک اور بیرون ملک سے بیسیوں خطوط اشاعت کے لئے پہنچتے رہے، لیکن انتظامی وجوہ کی بناء پر ہم مجبور تھے۔ بالآخر ون یونٹ کا خاتمہ ہوا اور اس کے خاتمہ کے ساتھ انتظامی نگراں میں تبدیلی ہوئی اور بورڈ کی طرف سے یہ فیصلہ ہوا کہ دو ماہناموں اردو، سندھی کی پھر سے اشاعت جاری رکھی جائے۔ اس سلسلے میں یہ ناسپاسی ہوگی اگر ہم محکمہ اوقاف سندھ اور اس کے ناظم اعلیٰ سید قطب علی شاہ صاحب کا ذکر نہ کریں جنہوں نے ذاتی دلچسپی لے کر ہر مرحلے میں اکیڈمی کی مدد فرمائی اور ممکن مددودی اور مجلات کی اشاعت کی بھی اجازت دی۔

سندھی ماہنامہ تو الرحیم کے نام سے جاری ہوگیا ہے اور اب اردو ماہنامہ "الولی" کے نام سے عرض خدمت ہے۔ یہ نام کی تبدیلی انتظامی امور کی وجہ سے ہے۔ ورنہ سابق "الرحیم" اور اب کے "الولی" کی پالیسی اور معیار میں کوئی فرق محسوس نہ ہوگا۔

آخر میں ہماری اپنے قدیمی قلمی معاونین سے استدعا ہے کہ جس طرح انہوں نے ماہنامہ الرحیم کو معیاری اور مقبول بنانے میں ہماری قلمی اعانت فرمائی تھی۔ اسی طرح "الولی" کے لئے بھی تعاون سے دریغ نہ فرمائیں گے۔

اس ماہ سندھ کے عظیم آفاقی شاعر حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کا عرس ہو چکا۔ ہمیشہ کے دستور کے مطابق، شاہ صاحبؒ کے کلام "شاہ جو رسالو" کے سرود "سر یراگ" پر مذاکرہ بھی رکھا گیا تھا۔ جس کی صدارت کے فرائض مجھے سونپ دیئے گئے تھے۔ مذاکرہ کی دو نشستیں صبح اور شام میں رکھی گئی تھیں۔

سندھ کے مختلف ادیبوں نے سُر ودُ "سر سیراگ" کے مختلف پہلوؤں پر اپنے علمی مقالے پڑھے اور سامعین نے انکو بہت پسند فرمایا اور مذاکرہ کامیاب رہا۔ اس پر ہم جناب اللہ بخش نظامانی، اور جناب مرزا ممتاز صاحب کو مبارکباد کہتے ہیں۔ جن کی ادبی اور ثقافتی مساعی سے بھٹ شاہ ثقافتی مرکز میں حضرت شاہ بھٹائی کے کلام اور فکر و فلسفہ پر اچھا تحقیقی کام ہو رہا ہے۔

جس طرح سندھ کو برصغیر میں باب الاسلام ہونے کا شرف حاصل ہے تو اسی طرح تصوف اور خدا پرستی کے مرکز ہونے کا بھی افتخار سندھ کو حاصل ہے، تصوف کی قدیم ترین کتاب اللمع کی تحقیق کے مطابق بایزید بسطامیؒ کے استاد ابو علی ایک سندھی بزرگ تھے اور اسی طرح اس دور میں ان کے ایک عظیم خلیفہ بھی دیبل سندھ کے تھے، سہروردی طریقہ بھی سب سے پہلے سندھ میں پہنچا جن کے رہنما اور مرشد مخدوم نوح بکھری سندھی تھے جو براہِ راست شیخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ اور فیض یافتہ تھے۔ ان کے بعد قلندر لعل شہباز عثمان مرندی نے اپنے وطن مرند ایران کو خیرباد کہہ کر سندھ میں سکونت اختیار کی اور رشد و ہدایت کے لئے سیوہان سندھ کو مرکز بنایا، آپ کے بیسیوں سندھی خلفاء اور تربیت یافتہ تھے اور آپ کا مزار زیارت گاہِ خاص و عام رہا لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج تک آپکی زندگی اور فکر و فلسفہ پر کوئی تحقیق نہیں ہوئی حال ہی میں ناظم اعلیٰ اوقاف سید قطب علی شاہ نے سیوھان سندھ میں قلندر لعل شہباز اکیڈمی کا سنگ بنیاد رکھا ہے اور آپ کی صدارت میں علماء اور ادباء پر ایک بورڈ تشکیل ہوا ہے اور حضرت قلندر شہباز کی زندگی اور فکر پر تین تحقیقی کتابیں سندھی، اردو اور انگریزی میں لکھائی جارہی ہیں اس طرح یہ علمی کام شروع ہوگیا ہے اور پروفیسر محبوب علی چنا اس علمی کام کی نگرانی کر رہے ہیں اور محکمہ اوقاف سندھ کی طرف سے اس نئی اکیڈمی کو کافی مالی اعانت بھی کی گئی ہے۔ امید ہے کہ اس طرح یہ علمی کام بخوبی سرانجام ہوگا سندھ اور بیرون سندھ حضرت قلندر شہباز کی سوانح اور فکر سے متعارف ہونگے۔